# بیوی سے حُسنِ سلوک

محمود احمد ظفر

نوٹ:- یہ مضمون مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تحریروں اور گفتگوؤں کی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے۔

تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ بہترین ہیں۔ یہ تعلیم اللہ کے جس بندے نے دی' انسانی نفسیات کا شعور و ادراک اس سے زیادہ کسی کو نہ تھا۔ چوبیس گھنٹہ کی مسلسل انتہائی قریبی رفاقت اور وہ بھی طویل مدت تک 'کسی بھی انسان کے مزاج اور کردار کا حقیقی امتحان ہوتی ہے۔ محفلوں کے کتنے ہی خوش مزاج لوگ گھروں میں تیغ براں ہوتے ہیں۔ ہمت افزائی کے لیے تحسین کا سبق دینے والے اپنے گھر میں اپنی بیویوں کے لیے ایک کلمہ تحسین کہنے میں بھی بخل سے کام لیتے ہیں۔ لیکن وہ جو رسولؐ کے اسوہ پر چلنا چاہتے ہیں' وہ اپنی بیویوں کے ساتھ ہمدردی' محبت اور دلجوئی کا سلوک کرتے ہیں اور اس طرح اپنے حسن کردار کا اظہار کرتے ہیں۔

دین پر عمل کرنے والوں کے بارے میں ایک تاثر یہ ہے کہ وہ مزاجاً خشک ہوتے ہیں۔ ان کے گھروں میں خوش گوار فضا کے بجائے خوف اور ڈانٹ ڈپٹ کی فضا ہوتی ہے۔ اگر کہیں ایسا ہے بھی' تو اس کا کوئی تعلق دین کی تعلیمات اور اللہ کے رسولؐ کے اسوہ سے نہیں ہے۔

ازواج مطہرات کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور برتاؤ کے بارے میں متعدد روایات ملتی ہیں جن سے ایک ایسے گھر کا نقشہ سامنے آتا ہے جہاں فطرت انسانی کے عام تقاضوں کا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے اور رفیقہ حیات کی دلجوئی کی جاتی ہے۔

"حضرت عائشہؓ چونکہ سب بیبیوں سے کم عمر تھیں تو آپ ان کی عمر کے موافق ان کی دل جوئی فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضورؐ ایک مرتبہ ان کے ساتھ دوڑے بھی ہیں۔ چونکہ حضرت عائشہؓ [کم عمر] چھریرے بدن کی تھیں اور حضورؐ بڑی عمر کے تھے' آپؐ کا جسم مبارک بھاری ہو چکا تھا' دوڑ میں حضرت عائشہؓ حضورؐ سے آگے نکل گئیں۔ کچھ عرصہ کے بعد حضورؐ پھر ایک مرتبہ دوڑے۔ اس مرتبہ حضورؐ آگے نکل گئے کیونکہ اب حضرت عائشہؓ کا بدن ذرا بھاری ہو گیا تھا۔ اس وقت یہ حضورؐ سے

آگے نہ نکل سکیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ "یہ اس کا بدلہ ہے کہ تم پہلے آگے نکل گئی تھیں"۔

اس دوڑ میں جو بے تکلفی ہے اسی کا اظہار بیوی کا ناز و ادا کرنا اور روٹھنا بھی ہے۔ جب کبھی حضورؐ کی ازواج روٹھ جاتیں، تو آپ ٹال دیتے۔ اس کی ایک مثال واقعہ افک میں سامنے آتی ہے۔

"جب (حضرت) عائشہؓ کی برات میں وحی نازل ہوئی تو ان کے والدین نے ان سے کہا: حضورؐ کے پاس جاؤ اور آپؐ کا شکریہ ادا کرو۔ تو آپؓ فرماتی ہیں: نہیں واللہ میں تو نہیں اٹھتی، نہ میں کسی کا شکریہ ادا کروں سوائے اللہ کے، اسی نے میری برات نازل فرمائی۔ ظاہر میں یہ کتنا سخت لفظ ہے کہ حضورؐ کے منہ ہی پر کہتی ہیں کہ میں تو نہیں اٹھتی نہ میں کسی کا شکریہ ادا کروں۔ مگر حضورؐ کو اصلاً ملال نہ ہوا کیونکہ ناز محبوبانہ تھا"۔

اسی سلسلہ میں سیدہ عائشہؓ کے ایک اور واقعہ سے بیوی کے ناز محبوبانہ کا پتہ چلتا ہے اور ساتھ ہی خاوند کے ناز اٹھانے کا۔

"ایک مرتبہ حضورؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ میں پہچان جاتا ہوں جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو۔ عرض کیا کہ حضورؐ کس طرح پہچان لیتے ہیں۔ فرمایا جب راضی ہوتی ہو تو اپنی بول چال میں یوں کہتی ہو لا و رب محمد [اس وقت رب محمدؐ کہتی ہو] اور جب ناراض ہوتی ہو تو یوں کہتی ہو لا و رب ابراھیم [اس وقت رب محمد نہیں کہتی ہو] کہا حضورؐ واقعی آپ کا خیال ٹھیک ہے، مگر میں غصہ کی حالت میں بھی صرف آپؐ کا نام چھوڑ دیتی ہوں یعنی دل سے آپ کو نہیں بھولتی۔ جیسا حضورؐ کو عائشہؓ کے ساتھ بہت تعلق تھا، حضرت عائشہؓ بھی سب سے زیادہ آپؐ کی عاشق تھیں۔ ان کے ایک شعر کا مفہوم ہے: زلیخا کی سہیلیاں اگر حضورؐ کو دیکھ لیتیں تو بجائے اپنے ہاتھ کاٹنے کے اپنے دل کاٹ لیتیں"۔

عورت مال و دولت سے زیادہ خاوند کی محبت، حسن سلوک اور دلجوئی کی خواہش مند ہوتی ہے۔ شوہر کی جانب سے اگر اس کو محبت کے پھول ملتے رہیں اور نرم و نازک باتوں سے اس کی دل جوئی ہوتی رہے تو وہ غربت و افلاس میں بھی اپنی زندگی کے دن ہنسی خوشی گزار دیتی ہے۔ لیکن اگر شوہر کی جانب سے اسے ترش روئی اور جھڑکیوں کے طمانچے ملیں تو مال و دولت کے ڈھیر بھی اس کے لیے کانٹوں کا بستر بن جاتے ہیں۔

"صرف نان و نفقہ ہی عورت کا حق نہیں ہے، بلکہ یہ بھی حق ہے کہ اس کی دلجوئی کی جائے۔ حدیث میں استوصوا بالنساء خیر افانماھن عوان عندکم "یعنی عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو کیونکہ وہ تمھاری معاون ہیں"۔ جو شخص معاون ہو، ہر طرح بس میں ہو، اس پر سختی کرنا جوانمردی کے خلاف ہے۔ دل جوئی کے معنی یہ ہیں کہ کوئی بات ایسی نہ کرو جس سے اس کا دل دکھے، دل کو تکلیف ہو۔

بیبیو! اس سے زیادہ اور وسعت کیا چاہتی ہو۔ نان نفقہ وغیرہ ضابطہ کے حقوق کو تو سب جانتے ہیں اور وہ محدود و حقوق ہیں۔ لیکن دل جوئی ایسا مفہوم ہے جس کی تحدید نہیں ہو سکتی کہ جس بات سے عورتوں کو اذیت ہو وہ مت کرو۔ اب کہا جا سکتا ہے کہ عورت کے حقوق غیر محدود ہیں"۔

رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد بیوی جب شوہر کے ہاں آئے گی تو ہو سکتا ہے کہ اس کی عادات کچھ ایسی ہوں جو شوہر یا اس کے گھر والوں کو پسند نہ آئیں' کیونکہ اس کی تربیت ایک دوسرے خاندان اور دوسرے ماحول میں ہوئی ہے' لہٰذا مرد کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ صبر و ضبط کے ساتھ بیوی کی ناپسند عادتوں اور باتوں کو برداشت کرے۔ یہی تلقین بیوی کو بھی کی گئی۔

"یہ ایسا اصول ہے کہ اگر اس کو میاں بیوی دونوں یاد رکھیں تو کبھی لڑائی جھگڑا نہ ہو اور کوئی بدمزگی پیش نہ آئے۔ بیوی یاد کرے کہ میاں نے ہزاروں طرح کے ناز میرے اٹھائے ہیں' ایک دفعہ سختی کی تو کچھ بات نہیں اور خاوند خیال کرے کہ بیوی ہزاروں قسم کی خدمتیں میری کرتی ہے [چلیں] ایک بات خلاف طبع بھی سہی۔ حق تعالیٰ نے بھی یہ مضمون قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے۔ مردوں کو غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے کس عمدہ پیرایہ میں عورتوں کی سفارش کی ہے۔ فرمایا ہے:
وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْــًٔـا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (النساء ۴: ۱۹)
عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ اور اگر کسی وجہ سے تم کو وہ ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم کو کوئی چیز ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت بھلائیاں رکھ دی ہوں"۔ یہ ہے کتاب اللہ کہ اس کی ایک ایسی تعلیم کو دیکھ کر عقل سلیم والا کہہ اٹھے گا کہ بے شک قرآن کتاب اللہ ہے"۔

گھروں کا ایک عام مسئلہ زبان کی تیزی کی وجہ سے پیدا ہونے والی بدمزگی ہوتا ہے۔ یہ مردوں کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے اور خواتین کی طرف سے بھی۔ اسی طرح کی بداخلاقی کو برداشت کرنا معمولی بات نہیں ہوتا۔ ہر ایک کے اپنے طبائع ہوتے ہیں اور کسی کو کسی دوسرے کی کوئی بات بے حد ناگوار ہو سکتی ہے' لیکن اللہ تعالیٰ کی ہدایت اس بارے میں یہ ہے کہ انسان یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اس میں خیر کثیر رکھ دیا ہے۔ اگر یہ سوچ ہو تو بہت سے بگڑے ہوئے حالات درست ہو سکتے ہیں اور انسان خود اپنا احتساب کر کے رویہ بدل لے تو گھر کی فضا خوشگوار ہو سکتی ہے۔ "یہ ہے طرز معاشرت سنت کے موافق۔ اب جو لوگ متانت و وقار کو لیے پھرتے ہیں وہ اسی میں رہیں۔ بیوی پر اپنا رعب اتنا نہ بڑھانا چاہیے کہ میاں بالکل ہوا ہی ہو جائے کہ ادھر میاں نے گھر میں قدم رکھا اور بی بی کا دم فنا ہوا' ہوش و حواس جاتے رہے۔ بے چاری کے منہ سے کوئی بات نکلی یا کوئی چیز مانگی اور ڈانٹ ڈپٹ شروع ہو گی' کہ تم بہت فضول خرچ ہو' اس چیز کی کیا ضرورت تھی' اس چیز کی کیا ضرورت ہے"۔

گھر والوں کے آرام کا خیال رکھنا' اور ان کی دلجوئی مرد کے فرائض میں ہے' ساتھ ہی خوشگوار

عائلی زندگی کے لیے ضروری ہے کہ مرد خود بھی مشقت برداشت کرے اور گھر کے کام میں ہاتھ بٹائے، محض حاکم بن کر نہ رہے۔

"حکومت کرنے کا تو سب کا جی چاہتا ہے محکوم پر اس کا مضایقہ نہیں، مگر محکوم کے کچھ حقوق بھی تو ہیں ان کی بھی تو رعایت کی ضرورت ہے ذکر کرنے کی تو بات نہ تھی مگر چونکہ ضرورت ہے اس لیے کہتا ہوں کہ میرے گھر والوں سے معلوم کیا جائے کہ میں اپنے گھر والوں پر کس قدر حکومت کرتا ہوں اور ان سے کیا کیا خدمتیں لیتا ہوں، الحمدللہ! میں نہ تو خود مقید ہوتا ہوں نہ دوسروں کو مقید کرتا ہوں۔ بادشاہوں کی سی زندگی بسر ہوتی ہے۔ میرا معمول ہے کہ گھر جاکر دیکھا کہ تازی روٹی نہیں پکی تو باسی کھالی۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ دیکھا کہ اہلیہ کسی کام میں مصروف ہیں خود اپنے ہاتھ سے روٹی لے لی، پانی بھر کر پاس رکھ لیا، برتن لے کر اپنے ہاتھ سے سالن لے لیا اور بیٹھ کر کھالیا۔ بلکہ یہاں تک کرتا ہوں کہ دیکھتا ہوں کہ وہ روٹی وغیرہ پکانے میں مشغول ہیں اور ان کو کسی چیز کی ضرورت ہے، مثلاً پانی کی ضرورت ہے، اپنے ہاتھ سے نل یا گھڑے سے لوٹا بھر کر دے دیتا ہوں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جاکر جب دیکھا کہ فارغ ہیں تو کہہ دیا کہ کھانا لاؤ۔ ان باتوں کی رعایت رکھنا ضروری ہے اور مشغولی عدم مشغولی ہی پر کیا موقوف ہے۔ انسان ہی تو ہے، ہر وقت طبیعت یکساں نہیں رہتی۔ کسی وقت خادم کی طبیعت پر کسل ہوتا ہے، اور اپنی طبیعت بشاش دیکھی، اپنے سب کام اپنے ہاتھ سے کر لیے۔ غرضیکہ اس کا کوئی معمول یا التزام نہیں کہ وہی کریں۔ سو اگر حدود میں رہتے ہوئے اور ان کے راحت و آرام کا خیال کرتے ہوئے ان سے خدمت بھی لی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ بے مروتی، بے رحمی اور ظلم کا درجہ تو نہ ہونا چاہیے۔ یہ عورتوں کا طبقہ تو مردوں کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ کا مصداق ہوتا ہے۔ ان کو ستانے سے کتنے رکعت کا ثواب ملتا ہے؟ اگر ایسی ہی بہادری اور حکومت کا جوش ہے تو کسی قدرت والے پر آدمی حکومت کرے، ہم تو جب جانیں۔ بعض بے رحم تو حدود سے گزر کر عورتوں کو زدوکوب کرتے ہیں جس کے تصور سے بھی وحشت ہوتی ہے۔ عورتوں پر اس قسم کے تشدد کرنا نہایت کم حوصلگی اور بزدلی کی دلیل ہے۔ جو مرد کی شان کے خلاف ہے۔

یہ عرض کر رہا تھا کہ میں بہت سے کام اپنے ہاتھ سے کر لیتا ہوں تو مجھ کو کون سی تکلیف ہوتی ہے اور میرا کون سا کام ہونے سے رہ جاتا ہے؟ بلکہ جیسی مجھے اس سے راحت ہوتی ہے کہ وہ میری خدمت کرتیں، اس سے بھی راحت ہوتی ہے کہ ان کو راحت مل گئی۔ رات کو مجھ کو نیند کم آتی ہے تو گھر والوں کو سوتا دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ ان کو تو نیند آرہی ہے۔ پھر گھر سے چلنے کے وقت پوچھتا ہوں کہ کوئی ضروری کام میرے متعلق تو نہیں، میں جا رہا ہوں۔ اگر کہا کوئی کام نہیں، چلا آیا۔ اگر کہا کہ ہے، بیٹھ گیا"۔